قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

شمارہ: 187 | جلد: 2 | 17 ذوالحجہ 1441 ہجری قمری | ہفتہ 08 اگست 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا

(سورۃ النساء: 37)

اور وہ کھانے کو، اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے، مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کے عیال (مخلوق) کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

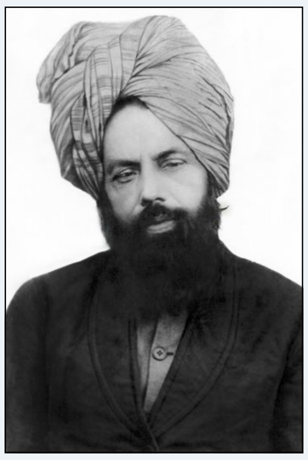

متکبر اور ہمدردی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

متکبر دوسرے کا حقیقی ہمدرد نہیں ہوسکتا۔ اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ رکھو بلکہ ہر ایک کے ساتھ کرو۔ اگر ایک ہندو سے ہمدردی نہ کرو گے تو اسلام کے سچے وصایا اسے کیسے پہنچاؤ گے۔ خدا سب کا رب ہے۔ ہاں مسلمانوں کی خصوصیت سے ہمدردی کرو اور پھر متقی اور صالحین کی اس سے زیادہ خصوصیت سے، مال اور دنیا سے دل نہ لگاؤ۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ تجارت وغیرہ چھوڑ دو بلکہ دل بایار اور دست با کار رکھو۔ خدا کاروبار سے نہیں روکتا بلکہ دنیا کو دین پر مقدم رکھنے سے روکتا ہے۔ اس لئے تم دین کو مقدم رکھو۔

(البدر جلد 3 نمبر 10، صفحہ 5-7، مورخہ 8 مارچ 1904ء)(ملفوظات جلد سوم صفحہ 592)

یتیم سے ہمدردی

ایک اور جگہ فرمایا:

ہمارے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک لڑکے کا باپ جنگ میں شہید ہوگیا۔ جب لڑائی سے واپس آئے تو اس لڑکے نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے اس لڑکے کو گود میں اٹھالیا اور کہا کہ میں تیرا باپ ہوں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 304)

فرمان خلیفہ وقت

یتامیٰ سے احسان کا سلوک کریں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

......یتیموں سے بھی احسان کا سلوک کرو۔ یتیم بھی معاشرے کا ایک ایسا حصہ ہیں جن کی مدد کرنا ہر ایک کا فرض ہے۔ ان کو معاشرے کا فعال حصہ بنانا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے آپ نے اپنی انگلیاں سامنے کرکے دکھائیں۔ تو یہ کہتے ہوئے آپؐ نے انگلیاں ذرا سا فاصلہ دے کر جیسا کہ مَیں نے کھا رکھیں۔ (اس موقع پر حضور انور نے بھی اپنی انگلیوں سے ایسے ہی کرکے دکھایا)۔ تو یہ ہے یتیم کی پرورش کرنے والے کا مقام۔ جیسا کہ مَیں نے کہا رمضان کے دنوں میں عموماً دل نرم ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس طرف بھی توجہ ہوتی ہے۔ گزشتہ دنوں پاکستان میں جو ایک خوفناک زلزلہ آیا، جس سے بہت سارے بچے یتیم ہوگئے، کئی لوگوں نے مجھے لکھا کہ ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ بچے اپنا لیں، ہم پیشکش کرتے ہیں کہ اتنے بچے سنبھالیں گے۔ بہرحال وہ تو حکومت کی پالیسی ہے، کیا بنتی ہے۔ لیکن کچھ تازہ تازہ واقعہ کی وجہ سے، کچھ رمضان کی وجہ سے، عبادتوں کی وجہ سے، اس طرف توجہ بھی تھی تو اگر لے نہیں سکتے تو کم از کم مستقل توجہ دینی چاہئے۔ جماعت میں یتیموں کی پرورش کا نظام رائج ہے اس میں اللہ کے فضل سے لوگ رقمیں جمع کرواتے ہیں۔ تو جن کو اس نیکی کی توفیق ہے کہ وہ اس پرورش کے لئے دے سکیں ان کو اب اس میں باقاعدگی اختیار کرنی چاہئے۔ بعض اَور ادارے بھی ہیں اگر قابل اعتبار ہوں تو وہاں بھی رقمیں دی جاسکتی ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ جماعت میں بہت سے یتیموں کی پرورش کی جاتی ہے۔ تو یہ جاری نیکیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنانے والی ہوتی ہیں۔

مسکینوں سے بھی احسان اور شفقت کا سلوک کرو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل نرم ہو جائے تو مساکین کو کھانا کھلا اور یتیم

بقیہ صفحہ 4 پر

اس شمارہ میں

- عالمی ادب سے انتخاب (منظوم)
- مضمون نویسی کی طرف توجہ دیں
- آٹھویں صدی کے مجدد علامہ ابن حجر عسقلانیؒ
- ”بھیرہ سے ہمیں نصرت پہنچی ہے“

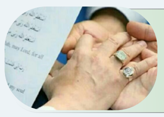

دربارِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نصیحت فرمائی:۔

شادی کے موقع پر گانے بجانے کی حدود

دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے رہنے والوں کے بعض رسم و رواج ہوتے ہیں اور اُن میں سے ایک قسم جو رسم و رواج کی ہے وہ ان کی شادی بیاہوں کی ہے چاہے عیسائی ہوں یا مسلمان یا کسی اور مذہب کے ماننے والے۔ ہر مذہب کے ماننے والے کا اپنے علاقے، اپنے قبیلے کے لحاظ سے خوشی کی تقریبات اور شادی بیاہ کے موقع پر خوشی کے اظہار کا اپنا اپنا طریقہ ہے۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب والوں نے تو ایک طرح ان رسم و رواج کو بھی مذہب کا حصہ بنا لیا ہے۔ جس جگہ جاتے ہیں، عیسائیت میں خاص طور پر، ہر جگہ ہر علاقے کے لوگوں کے مطابق ان کے جو رسم و رواج ہیں وہ تقریباً حصہ ہی بن چکے ہیں۔ یا بعض ایسے بھی ہیں جو رسم و رواج کی طرف سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ لیکن اسلام جو کامل اور مکمل مذہب ہے، جو باوجود اس کے کہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ خوشی کے مواقع پر بعض باتیں کر لو۔ جیسے مثلاً روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ ایک عورت کو دلہن بنا کر ایک انصاری کے گھر بھجوایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے عائشہ رخصتانہ کے موقع پر تم نے گانے بجانے کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ انصاری شادی کے موقع پر اس کو پسند کرتے ہیں۔ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ نکاح کا اچھی طرح اعلان کیا کرو اور اس موقع پر چھانی بجاؤ۔ یہ دف کی ایک قسم ہے۔ لیکن اس میں بھی آپ نے ہماری رہنمائی فرما دی ہے اور بالکل مادر پدر آزاد نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس گانے کی بھی کچھ حدود مقرر فرمائی ہیں کہ شریفانہ حد تک ان پر عمل ہونا چاہئے اور شریفانہ اہتمام ہو، ہلکے پھلکے اور اچھے گانوں کا۔ ایک موقعہ پر آپ نے خود ہی خوشی کے اظہار کے طور پر شادی کے موقع پر بعض الفاظ ترتیب فرمائے کہ اس طرح گایا کرو کہ اَتَینَاکُم اَتَینَاکُم فَحَیَّانَا فَحَیَّاکُم۔ یعنی ہم تمہارے ہاں آئے ہمیں خوش آمدید کہو۔ تو ایسے لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہر قسم کی اوٹ پٹانگ حرکتیں کرو، شادی کا موقعہ ہے کوئی حرج نہیں، ان کی غلط سوچ ہے۔ بعض دفعہ ہمارے ملکوں میں شادی کے موقعوں پر ایسے ننگے اور گندے گانے لگا دیتے ہیں کہ ان کو سن کر شرم آتی ہے۔ ایسے بے ہودہ اور لغو اور گندے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں کہ پتہ نہیں لوگ سنتے کس طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ احمدی معاشرہ بہت حد تک ان لغویات اور فضول حرکتوں سے محفوظ ہے لیکن جس تیزی سے دوسروں کی دیکھا دیکھی ہمارے پاکستانی ہندوستانی معاشرہ میں یہ چیزیں راہ پا رہی ہیں۔ دوسرے مذہب والوں کی دیکھا دیکھی جنہوں نے تمام اقدار کو بھلا دیا ہے اور ان کے ہاں تو مذہب کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ شرابیں پی کر خوشی کے موقع پر ناچ گانے ہوتے ہیں، شور شرابے ہوتے ہیں، طوفان بدتمیزی ہوتا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اس معاشرے کے زیر اثر احمدیوں پر بھی اثر پڑ سکتا ہے بلکہ بعض اِکّا دُکّا شکایات مجھے آتی بھی ہیں۔ تو یاد رکھیں کہ احمدی نے ان لغویات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے اور بچنا ہے۔ بعض ایسے بیہودہ گانے گائے جاتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا یہ ہندو اپنے شادی بیاہوں پر تو اس لئے گاتے ہیں کہ وہ دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں۔ مختلف مقاصد کے لئے، مختلف قسم کی مورتیاں انہوں نے بنائی ہوتی ہیں جن کے انہوں نے نام رکھے ہوئے ہیں ان سے مدد طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ہمارے لوگ بغیر سوچے سمجھے یہ گانے گا رہے ہوتے ہیں یا سن رہے ہوتے ہیں۔ اس خوشی کے موقعہ پر بجائے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو طلب کرنے کے کہ اللہ تعالیٰ یہ شادی ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے، آئندہ نسلیں اسلام کی خادم پیدا ہوں، اللہ تعالیٰ کی سچی عباد بننے والی نسلیں ہوں، غیر محسوس طور پر گانے گا کر شرک کے مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 نومبر 2005ء) (الفضل انٹرنیشنل 16تا22دسمبر 2005ء)

آج کی دعا

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ

(سورۃ المؤمنون آیت 30)

ترجمہ: ’’اے میرے رب! تو مجھے ایک مبارک اترنے کی جگہ پر اتار۔ اور تو اتارنے والوں میں سب سے بہتر ہے‘‘۔

یہ قرآن مجید میں مذکور کشتی پر سوار ہونے اور بابرکت منزل تک پہنچنے کی دعا ہے۔

حضرت نوحؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی کہ طوفانِ نوح کے وقت جب کشتی میں سوار ہو جائیں تو یہ دعا پڑھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

(تفسیر قرطبی)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

عالمی ادب سے انتخاب

صمد ورگون: Səməd Vurğun پیدائش: 21 مارچ 1906ء - وفات: 27 مئی 1956ء)

آذربائیجان کے قومی شاعر، ڈراما نویس، لینن انعام یافتہ اور عوامی کارکن تھے۔ صمد ورگون آذربائیجان کے قازاخ ضلع کے گاؤں سلاہلی میں 21 مارچ 1906ء کو پیدا ہوئے۔ کم عمری میں ہی والدہ وفات پا گئیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ 1929ء میں ماسکو یونیورسٹی کے ادبی اسکول میں داخل ہوئے۔ اس دوران ادب سے انکا شغف اور بڑھ گیا اور انہوں نے مختلف سیاسی مضمون وشعر لکھنے شروع کر دیے جو کہ شاعر کی قسم نامی ایک کتاب میں درج ہوئے۔

صمد ورگون آذربائیجان کے ممتاز شاعر ہیں جن کا شمار سوویت شاعری کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ 930-1940 کے سال صمد وورگن کے چشمہ نما ہنر کی ترقی اور خوشحالی کا دور تھا۔ انہوں نے 1934-1935 میں شائع ہونے والی اپنی کتابوں ”فیز (روشنی)“، ”دلوں کی کتاب“ اور ”نظمیں“ کے ذریعہ آذربائیجان کی شاعری، ادب اور ڈرامہ نگاری میں رنگ اور فراوانی شامل کی۔ نظم ”آذربائیجان“ (1934)، جس میں وطن کی خوبصورتی، مہربانی، مہمان نوازی اور لوگوں کی دیگر عمدہ خصوصیات کی عکاسی ہے اس نے شاعر کی شہرت میں مزید اضافہ کیا۔ یہ نظم، جو بچوں سے لے کر بڑوں تک ہر ایک کے ذریعہ حفظ کی جاتی ہے آذربائیجانی ادب کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ انکی ایک مشہور نظم جسکا عنوان ماں ہے پیش خدمت ہے۔

ANA

Pək cocuğdum, yerə gömdülər səni,
Həyata qanadsız atdılar məni.
Bax, necə pozulub ömür gülşəni,
Həyat sənsiz mənə zindandır, ana!
Qoynunda bəslənir gözəl diləklər,
Layiqdir səcdəyə sənə mələklər,
Nerdəsən, gözlərim həp səni bəklər,
Bax evladın nasıl giryandır, ana!
Sən bir günəş idin, doğdum da, batdın,
Yazıq evladını qəmlərə atdın.
Bir cavab ver, hanki murada çatdın
Torpaqlarda neçə zamandır, ana!
Bir ah çəksəm sənsiz, qopmazmı tufan?
Əzizim anacan, gözüm anacan!
Yumuq gözlərini aç da bir oyan,
Şimdi zaman başqa zamandır, ana!
Yıxılıb payinə öpmək istərəm,
Analıq mehrini görmək istərəm,
Səni görmək üçün ölmək istərəm,
Təsəlim ah ilə fəğandır, ana!

نظم کا عنوان ”والدہ“

میں بہت چھوٹا تھا، جب انہوں نے آپ کو زمین میں دفن کر دیا،
انہوں نے مجھے بغیر پروں کے پھینک دیا۔
دیکھو زندگی کا باغیچہ کیسے ٹوٹ پھوٹ گیا،
زندگی تیرے بغیر میرے لئے جیل ہے، ماں!
اس کی باہوں میں پرورش ہوئی خوبصورت خواہشات،
آپ فرشتوں کے سجدہ کے مستحق ہیں،
تم کہاں ہو، میری نظریں تم پر ہیں،
دیکھو تمہارا بیٹا کس طرح رو رہا ہے ماں!
آپ ایک سورج تھی جو مجھے پیدا کرنے کے بعد غروب ہو گیا،
آپ نے اپنے غریب بیٹے کو غم میں ڈال دیا۔
مجھے جواب دو کیا اپنے مقصد کو پہنچ گئی ہو
کتنی دیر تک زمین پر، ماں!
تمہارے بغیر آہ لوں طوفان تو نہیں ٹوٹے گا؟
میری پیاری ماں، میری پیاری ماں!
بند آنکھیں وا کرو اور جاگ جاؤ،
اب ایک مختلف وقت ہے، ماں!
جھک کر تمہارے پاؤں کو چومنا چاہتا ہوں؛
ممتا کی محبت دیکھنا چاہتا ہوں؛
تمہیں دیکھنے کی خاطر مرنا چاہتا ہوں؛
سر تسلیم خم کی فریاد ہے، ماں!

(مرسلہ: حافظ اطہر محمود مربی سلسلہ آذربائیجان)

اداریہ

مضمون نویسی کی طرف توجہ دیں

’’ہر احمدی کو قلم چلانے کی مشق کرنی چاہیے‘‘

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

آج اداریہ میں اپنے پیارے قارئین سے مضامین اور آرٹیکلز لکھنے کی درخواست بانی الفضل سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی زبان مبارک سے کرنی ہے۔ آپ ہی کے الفاظ کی روشنی میں روزنامہ الفضل کے شمارہ مورخہ 6 جون 2020ء میں 250 عناوین کی ایک فہرست شائع ہوچکی ہے۔ ان کو مدنظر رکھ کر قارئین مختصر مضامین لکھ کر info@alfazlonline.org پر بھجوائیں۔ جزاکم اللہ۔

حضرت مصلح موعودؓ خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جنوری 1924ء میں فرماتے ہیں:

’’آج میں جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگوں کی خواہش ہے کہ اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے۔ یہ ان کی خواہش سچی ہوتی ہے۔ جس وقت وہ اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ اس وقت ان کی آنکھوں میں ایک صداقت کی چمک ہوتی ہے۔ اور ان کے چہرے پر صداقت کے آثار ہوتے ہیں۔ ان کی آواز ان کے ہونٹ غرض ان کے چہرہ کی حالت بتاتی ہے کہ یہ بات ان کے دل سے نکل رہی ہے۔ جب میں ان کی یہ حالت دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ یہ خواہش سچی ہے۔ لیکن اس خواہش کے ساتھ جب میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ کوشش نہیں تو پھر حیران ہوتا ہوں کہ ان کی یہ خواہش کیسے پوری ہوسکتی ہے۔ ساری دنیا کو اسلام قبول کرانے کا کتنا بڑا کام ہے۔ یہ ساری دنیا سے جنگ ہے اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ایک ملک کے فتح کرنے کے لئے کتنی طاقت اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس کے لئے کسی قدر کوشش اور محنت کی ضرورت ہے .... ہمارا جن سے مقابلہ ہے وہ تم سے کسی بھی میدان میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہتے۔ اور تم ان کے مقابلے میں مٹھی بھر ہو۔ پھر وہ ایسے نہیں جو یوں میدان سے ہٹ جائیں کیا تم خیال کرتے ہو کہ عیسائی یونہی تمہاری باتیں مان لیں گے وہ چپہ چپہ نہیں چاول چاول بھر زمین پر تم سے مقابلہ کریں گے۔ وہ اپنے جھوٹے عقائد کو یونہی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ ان کے لئے جنگ کریں گے اور اس وقت تک کریں گے جب تک ان کی مذہبی جنگ کی طاقت نہ ٹوٹ جائے گی۔ پس عقائد کا بدلنا کوئی آسان کام نہیں اور یہ عیسائیوں پر ہی موقوف نہیں یہی حال دیگر مذاہب کے لوگوں کا ہوگا۔ کیا تم خیال کرتے ہو۔ ہندو خوشی سے تمہارے ہم عقیدہ ہوجائیں گے۔ اور اپنے آپ کو اس لئے تمہارے سپرد کر دیں گے۔ کہ ہمیں اسلام سکھاؤ۔ وہ اپنے عقیدوں کی حفاظت کے لئے اپنا آخری پیسہ اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک گرادیں گے۔ تب وہ مسلمان ہوں گے اور یہی حال سکھوں کا، چینیوں کا اور جاپانیوں کا ہوگا۔ تمہارے پاس خود بخود کوئی قوم نہیں آئے گی۔ جو کہے کہ ہمیں مسلمان بنالو۔ ہر ایک سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔

لیکن اگر تم اس کے لئے کوشش نہیں کرتے۔ اور وہ ذرائع اختیار نہیں کرتے۔ جو اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے مقرر ہیں تو تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ دعا ہی سے یہ کام ہوجائے گا۔ حالانکہ دعا کوشش کے بعد ہوتی ہے پہلے خدا تو یہ دیکھتا ہے کہ جو تمہارے پاس تھا وہ خدا کے لئے نکال دیا ہے یا نہیں۔ خواہ وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو اس کے بعد جس قدر سامانوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ مہیا کر دیتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ان کو کچھ دیتا ہے جو پہلے جو کچھ ان کے پاس ہو۔ اس کو خرچ کر دیتے ہیں۔ دیکھو خدا کھیتوں میں بیج ڈالے بغیر غلہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اسی زمیندار کی کھیتی میں غلہ پیدا کرتا ہے جو پہلے اپنے گھر کا غلہ نکال کر زمین میں بکھیر دیتا ہے۔ کیا اگر کوئی کہے کہ زمین میں غلہ بکھیرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا نے جتنا غلہ پیدا کرنا ہے۔ اس میں سے اتنا کم پیدا کر دے۔ جتنا بیج کے لئے ڈالا جاتا تھا۔ اور باقی کا دے دے تو کیا اس کی یہ بات مانی جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ پہلے خرچ کراتا ہے پھر اس سے کئی گنا زیادہ واپس کر کے دیتا ہے یوں تو ایک ایک دانہ جو زمیندار ڈالتا ہے اس کے بدلے سو سو بلکہ اس سے بھی زیادہ دانے دیتا ہے لیکن اگر کوئی دانہ ہی نہ ڈالے تو اس کو سو کی بجائے ایک بھی نہ دے گا۔ پس خدا تعالیٰ کمی کو پورا کیا کرتا ہے۔ مگر پہلے ان چیزوں کو نکلوا لیتا ہے جو انسان کے پاس ہوتی ہیں۔

میں اس بات کو مانتا ہوں اور سب سے زیادہ مانتا ہوں کہ دعا سے کام ہوتا ہے لیکن قبولیت دعا کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود انسان پہلے محنت کرے اس کے بعد دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کمی کو پورا کر دیا جاتا ہے جب تک یہ نہ ہو کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

ہم چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیل جائے اور صداقت پر لوگ جمع ہوجائیں لیکن اگر اس لڑائی کے لئے جن ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم ان کو مہیا نہ کریں۔ کیسے کامیاب ہوسکتے ہیں بہرحال ہمیں وہ ہتھیار اور سامان مہیا کرنے چاہئیں۔ خواہ وہ دشمن کے مقابلہ میں کتنے ہی تھوڑے کیوں نہ ہوں اور اپنی ساری قوت اور طاقت اس کے لئے صرف کر دینی چاہئے۔ جب ہم ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمارے لئے نازل ہوگی۔ اور ہم ہر میدان میں فتح یاب ہوں گے۔

مجھے ایک واقعہ یاد کر کے حیرت کے ساتھ ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔ جب روس نے بخارا پر فوج کشی کی تو امیر بخارا نے علماء و عمائدین کو جمع کیا اور پوچھا اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ روس کی طرف سے یہ یہ شرائط پیش کی گئی ہیں اور یہ مفید ہیں۔ ان سے صلح کر لینی چاہئے۔ کیونکہ روسیوں کی تعداد زیادہ اور ان کے پاس سامانِ جنگ بہت ہے ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ علماء نے جو آج کل کے مولویوں ہی کی طرح کے ہوں گے۔ اس کی مخالفت کی۔ اور مقابلہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ صلح کا پیغام مسترد کر دیا گیا۔ اور تیاریاں شروع ہوگئیں۔ علماء اور ان کے توابع جمع ہوگئے۔ تلواریں اور نیزے اور بھالے اٹھا لئے اور قرآن کریم کی آیتوں کو بطور منتر پڑھتے ہوئے روسیوں کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے۔ مگر جب ان کے جواب میں روسی فوج نے گولہ باری شروع کی۔ تو علماء سحر۔ سحر۔ جادو ہے۔ جادو ہے۔ کہتے ہوئے پیچھے کو بھاگے۔ اس کے بعد روس نے بخارا کے ساتھ وہی سلوک کیا جو فتح یاب دشمن کرتا ہے۔ یہ کس بات کا نتیجہ تھا۔ اسی کا کہ انہوں نے جنگ کا سامان مہیا کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔

اسی طرح آج بھی اگر کوئی نادان یہ سمجھے کہ یوں ہی کام ہوجائے گا۔ تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ اس زمانہ کو خدا نے اشاعت ہدایت کا زمانہ قرار دیا ہے اور یہ زمانہ دلائل کا زمانہ ہے۔ تلوار کا نہیں آج جو جہاد ہوتا ہے۔ وہ تقریر اور تحریر سے کیا جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں جو شخص تلوار چلانا نہیں سیکھتا تھا۔ وہ قومی مجرم تھا۔ کیونکہ وہ زمانہ تلوار سے جہاد کرنے کا تھا۔ اور آج جو شخص تقریر اور تحریر میں مشق بہم نہیں پہنچاتا۔ وہ بھی مجرم ہے۔ آج جو شخص اپنی زبان اور اپنے قلم کو تیز نہیں کرتا وہ اس زمانہ کی جنگ کے لئے گویا نہ تلوار کو تیز کرتا ہے نہ اس کو استعمال کرنا سیکھتا ہے۔ اس لئے اگر اس کے دل میں اشاعت اسلام کی خواہش اور تمنا ہے۔ تو یہ سچی تمنا نہیں۔ بلکہ جھوٹی ہے۔ کیونکہ جو شخص دشمن پر فتح پانے کے لئے جاتا ہے۔ وہ نہتا نہیں جایا کرتا۔ بلکہ جس قدر اس سے ممکن ہوتا ہے۔ لڑائی کا سامان لے کر جاتا ہے۔ اسی طرح اس جنگ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ جو اس میں کامیابی حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ وہ ان سامانوں کو مہیا کرے۔ جو اس میں فتح پانے کے لئے ضروری ہیں۔ اور اس کے بعد خدا کی نصرت کا امیدوار رہے۔ قرآن کریم میں مقابلہ کے لئے تیاری نہ کرنے والوں کو منافق قرار دیا گیا ہے کہ وَلَوۡ اَرَادُوا الۡخُرُوۡجَ لَاَعَدُّوۡا لَہٗ عُدَّۃً (التوبہ:46) اگر ارادہ کرتے مخالف کے مقابلہ میں نکلنے کا تو یقیناً اس کے لئے پہلے سے کچھ سامان بھی تیار کرتے۔ چونکہ وہ تیاری نہیں کرتے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ ہی نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ صرف ان کی زبانی باتیں ہوتی ہیں۔ جو قوم پہلے سے تیار نہیں ہوتی۔ وہ وقت پر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ یہ زمانہ دلائل اور براہین سے اشاعت اسلام کرنے کا ہے۔ اس لئے اگر ہماری جماعت تقریر کرنے اور لکھنے کی مشق نہیں کرتی۔ تو پھر اشاعت اسلام کے میدان میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔

مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ گو میں نے بار بار مختلف اوقات میں ادھر توجہ دلائی ہے۔ مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ جماعت کے احباب چندہ دینے میں چست ہیں گو کئی لوگ چندے میں بھی سستی کرتے ہیں۔ مگر عموماً چندوں میں سست نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں۔ جماعت کی اس طرف توجہ کم ہے کہ جو قلم چلانا جانتے ہیں یا چلا سکتے ہیں وہ قلم سے کام لیں یا جو تقریر کرسکتے ہیں یا تقریر کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ وہ زبان سے کام لیں۔ رسولِ کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ عالم جو موقع پر حق نہ کہے۔ شیطان اخرس یعنی گونگا شیطان ہے۔ اول تو شیطان ہی کیا کم تھا۔ اخرس فرما کر بتایا کہ وہ شیطانوں میں سے بھی ذلیل درجہ کا شیطان ہے، کیونکہ شیطان اپنی شیطانی باتیں تو پھیلاتا ہے۔ مگر وہ حق بیان کرنے کی بھی جرات نہیں کرتا۔ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کیا زجر ہوسکتی ہے۔ جو ایسے لوگوں کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمائی ہے۔ جو حق کو بیان کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے خاموش رہیں۔ مگر بہت ہیں جو حق کے کہنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور نہ حق کو بیان کرنے کی قابلیت پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

میں احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس سستی کو چھوڑیں خدا تعالیٰ نے ہر ایک شخص کو زبان دی ہے اس سے وہ حق پھیلانے کا کام لے اور جو لکھنا جانتے ہیں۔ وہ زبان اور قلم سے کام لیں۔ جن کو قلم سے کام لینا نہیں آتا۔ وہ سیکھ لیں۔ وہ کون سا کام ہے۔ جو کوشش کے بعد نہیں آسکتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جو قلم سے کام لے سکتے ہیں وہ بھی نہیں لیتے۔

میں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی تھی اور اب بھی توجہ دلاتا ہوں۔ گو پہلی دفعہ کا تو کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا مگر اب کے امید رکھتا ہوں کہ میرا کہنا رائگاں نہ جائے گا اور ہماری جماعت کے اہلِ قلم اس طرف توجہ کریں گے۔ میں سلسلہ کے اخبارات باقاعدہ پڑھتا ہوں اور یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی جماعت کے جو اخبار اور رسالے نکلتے ہیں۔ ان

میں مضامین لکھنے والے صرف دو تین ہوتے ہیں۔ باقی لوگوں نے مضامین لکھنا صرف ایڈیٹروں کا فرض سمجھ رکھا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس سے آزاد سمجھتے ہیں۔ یہ نہایت ہی افسوسناک بات ہے میں اپنی جماعت کے علماء کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ اور ہماری جماعت کے علماء قادیان ہی میں نہیں باہر بھی ہیں۔ قادیان والے بھی تحریر میں سست ہیں۔ انہیں خصوصیت سے سستی کو دور کرنا چاہیئے۔ پھر علماء سے مراد ظاہری علوم رکھنے والے ہی نہیں۔ بلکہ وہ بھی ہیں جو دینی علماء ہیں۔ اور خشیۃ اللہ رکھتے ہیں .... اب یا تو اخباروں میں ایڈیٹر مضمون لکھتے ہیں۔ یا وہ چند طالبِ علم جو اپنا قلم صاف کر رہے ہیں اور مشق کر رہے ہوتے ہیں اور وہ لوگ جن کو مضمون لکھنے کی مشق ہے۔ یا تھوڑی مشق سے اچھا لکھنے اور بولنے والے ہو سکتے ہیں۔ خاموش ہیں۔

میں نصیحت کرتا ہوں کہ بولنے اور لکھنے کی طرف توجہ کرو۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر شخص جو کچھ لکھے وہ ضرور چھپ جائے۔ کئی لوگ میرے پاس شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے مضمون بھیجا تھا۔ مگر ایڈیٹر نے درج نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں ایڈیٹر اسی لئے رکھا جاتا ہے کہ مضمون کو درج کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرے اور دیکھے کہ کون سا مضمون درج ہونے کے قابل ہے اور کون سا نہیں۔ یہ اس کا فرض ہے۔ اسے کرنے دو۔ اور اس کی جگہ نہ چھینو۔ اگر ایسا ہو کہ جو کچھ کوئی لکھے وہ ضرور چھپ جائے۔ تو پھر ایڈیٹر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک پوسٹ بکس لگا دیا جاتا۔ جو کچھ کوئی اس میں ڈالتا وہ کاتب نکال کر لکھ دیتا اور اس طرح اخبار تیار ہو کر شائع ہو جاتا۔

پس ضروری نہیں کہ ہر ایک مضمون جو لکھا جائے وہ ضرور اخبار میں درج ہو جائے۔ ایڈیٹر جس کو بھی مناسب سمجھے گا۔ شائع کرے گا۔ لیکن ہر ایک کو چاہئے مضمون نویسی کی مشق ضرور کرے۔ اور کوشش کرے کہ اس کا مضمون اخبار میں درج ہونے کے قابل ہو جب وہ اس قابل ہو گا۔ تو ایڈیٹر کیوں نہ درج کرے گا۔

لیکن مشق کے لئے مضمون کا اخبار میں چھپنا ضروری نہیں بلکہ تم اپنے احباب اور دوستوں کو خطوط لکھ کر لکھنے کی مشق کرو۔ ایڈیٹر اگر تمہارے مضمون کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتا ہے۔ تو تمہارے دوست ایسا نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ شوق سے تمہارے مضامین کو پڑھیں گے۔ لیکن میں کہتا ہوں سب ایسے نہیں کہ ان کے مضامین ناقابل اندراج ہوں بلکہ ہماری جماعت میں سینکڑوں مضمون نویس ہوں گے یا ہو سکتے ہیں کہ جن کے مضامین کو فخر سے ایڈیٹر اپنے اخبار یا رسالہ میں درج کریں گے۔

اسی طرح لیکچروں کے متعلق بولنے کی مشق کی جائے۔ علاوہ لیکچر کے ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مجالس میں بیٹھ کر مذہبی گفتگو کی جائے مگر میں دیکھتا ہوں۔ وہ لوگ جو اس طرح مجالس میں باتوں باتوں میں دین کی خدمت کر سکتے ہیں۔ وہ بجائے مذہبی باتوں کے عام دنیوی امور کے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر مجالس میں تبلیغ کرنے کی کوشش کریں۔ تو بہت مفید ہوسکتا ہے۔ پس میں جماعت کے تمام اصحاب کو کہتا ہوں جو بول سکتے ہیں وہ بولنے اور جو لکھ سکتے ہیں۔ وہ لکھنے کی طرف زیادہ توجہ کر کے دین کی خدمت میں مشغول ہوں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آج کی نصیحت کارگر ہو گی ہماری جماعت کو تحریر اور تقریر کے میدان میں ترقی کرنے کی نہایت ضرورت ہے۔ ہر ایک احمدی کو قلم اور زبان چلانے کی مشق کرنی چاہئے جو شخص مشق کر کے زبان اور قلم سے دین کی خدمت میں کام لے گا۔ وہ فتح کو قریب لائے گا۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ مفید سامان اشاعت سے کام لے۔ تا کہ خدا کی عظمت و جلال ظاہر ہو۔ اور دین حق کی صداقت روشن ہو اور باطل پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے۔ اللھم آمین‘‘

(خطبات محمود، جلد 8، صفحہ 291-299)

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

کے سر پر ہاتھ رکھ۔ اب یہ عید کا دن بھی آپ کو اس نیکی کے بجالانے والا، اس طرف توجہ دلانے والا ہونا چاہئے جو نیکی آپ نے رمضان میں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلا کر ان کے روزے کا سامان کر کے کی تھی۔ رمضان میں تو بہت سے دل نرم ہو جاتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا غریبوں کا، ضرورت مندوں کا، روزہ رکھنے والوں کا خیال رکھنے والے بہت سارے لوگ ہوتے ہیں۔ جماعت میں تو ایسے نہیں لیکن دوسروں میں ایسے بھی ہیں جو خود چاہے عبادت کریں یا نہ کریں، روزے رکھیں نہ رکھیں، قرآن پڑھیں نہ پڑھیں، لیکن عموماً دوسرے مذاہب والوں کو بھی کم از کم اس نیکی کا خیال آجاتا ہے۔ تو عید کے دنوں میں بھی مسکینوں کی خوشیوں میں شامل ہونا چاہئے۔ غریبوں کی خوشیوں میں بھی شامل ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے (وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا) (الدھر: 9) اور وہ کھانے کو اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے بھی مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔ تو اپنی ضروریات کے ہوتے ہوئے بھی اپنے مال میں سے خرچ کر کے مسکینوں یتیموں کا خیال رکھنا نیکی ہے کیونکہ یہ نیکی خدا کی خاطر کی جارہی ہوتی ہے۔ پس جس طرح گزشتہ دنوں میں اس نیکی کے کرنے کی توفیق ملی تھی، اب بھی یہ نیکی جاری رہنی چاہئے۔ (خطبہ عید فرمودہ 4 نومبر 2005ء) (الفضل انٹرنیشنل 25 نومبر تا یکم دسمبر 2005ء)

بقیہ: رپورٹ دورہ شعبہ وقفِ نو مرکزیہ‘...... از صفحہ 5

کرتے ہوئے لمبا سفر طے کر کے پہنچ گئی مگر الحمد للہ رات جب سے اجتماع کے مقام پر پہنچی ہوں بچہ کی طبیعت بھی ٹھیک ہو گئی ہے۔

جس مقامی ہوٹل میں رہائش تھی وہ پالانگ کرایا کے سنٹرل چوک کے سامنے تھا جس میں نئے سال کی تقریب منعقد ہو رہی تھی۔ اس لئے نیو ائیر نائٹ میں تمام رات شور شرابہ، میوزک، رنگ برنگی روشنیاں اور آتش بازی کانوں میں بجتی رہی۔ مگر الحمد للہ جماعتی تعلیمات و روایات کے مطابق یہاں کی مقامی جماعت نے نئے سال کا آغاز اجتماعی نماز تہجد اور اس کے بعد خدام الاحمدیہ کے روایتی وقار عمل سے کیا۔

یکم جنوری 2020ء کو وہاں سے واپس جکارتہ پہنچے اور رات قیام وسمہ الرحمت میں کیا۔ اب ہمارا اصل سفر 2 جنوری کو ویسٹ جاوا Wanasigra اور Nagrak کی طرف تھا جہاں نیشنل اجتماع منعقد ہونا تھا۔ ہمارا یہ سفر بذریعہ روڈ تھا۔ خاکسار کے ہمراہ نیشنل سیکرٹری وقف نو اور دو واقفین نو خدام بھی تھے۔ تقریباً پانچ چھ گھنٹے کا سفر کر کے ہم ایک سیاحتی مقام پر Kampung Sumber Alam Garut ایک گیسٹ ہاؤس میں رکے۔ یہ گیسٹ ہاؤس سومبر عالم تھا جس کے مالک ایک احمدی دوست Mr Akun تھے جو نیشنل سیکرٹری ضیافت بھی تھے۔ اس گیسٹ ہاؤس کی تاریخی اہمیت بھی تھی کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ دورہ انڈونیشیا پر تشریف لائے تھے تو یہاں بھی قیام فرمایا تھا۔

اگلی صبح 3 جنوری کو ہم Wanasigra کے لئے روانہ ہوئے جو ویسٹ جاوا کا ایک گاؤں تھا اور یہاں جماعت کی اکثریت تھی ارد گرد کے دس گاؤں احمدی تھے۔ یہاں سارے کا سارا علاقہ احمدی تھا۔ یہ 1940ء سے قائم شدہ جماعتیں ہیں اور مولانا عبد الواحد صاحب اس علاقہ میں پہلے مبلغ تھے جو موجودہ امیر انڈونیشیا مکرم عبد الباسط شاہد صاحب کے والد ماجد تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے دورہ کے دوران جماعتی اسکول ’’الواحد سیکنڈری ہائی اسکول‘‘ جس کی تعمیر شروع ہونے والی تھی اس کی بنیادی اینٹ پر دعا کی تھی۔ حضور نے وہاں نصب ہونے والی تختی پر اپنا نام لکھا تھا اور دستخط فرمائے تھے۔ ایک مسجد کی تختی پر بھی اپنا نام لکھا تھا جو نئ تعمیر شدہ ایک مسجد میں نصب ہونا تھی۔ اس مسجد میں خاکسار نے اس روز جمعہ پڑھایا تھا اور پھر نماز فجر پڑھانے کے علاوہ درس کی بھی توفیق ملی۔

وقف نو کا نیشنل اجتماع اسی اسکول میں ہی منعقد ہوا۔ الحمد للہ یہاں بھی دور دراز سے واقفین نو اور والدین جمع ہوئے۔ یہ حقیقی جماعتی اور روایتی اجتماع یا جلسہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ گاؤں کے ہر گھر میں مہمان ٹھہرے تھے اور تمام گلیوں میں بھی وہی سماں نظر آرہا تھا۔ ایک تین منزلہ وسیع و عریض مکان میں خاکسار کے ساتھ وقف نو ٹیم اور دوسرے مربیان کرام کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

اس اجتماع کے نیشنل ہونے کی وجہ سے واقفین نو، انکے والدین، محترم امیر صاحب اور ان کی عاملہ کے علاوہ اور بھی معروف احمدی شامل ہوئے۔ تمام دن بارش اور تیز بارش کے باوجود اجتماع کی حاضری امید سے زیادہ ہوئی۔ افتتاحی تقریب میں محترم امیر صاحب انڈونیشیا نے خطاب میں واقفین نو کو ملکی ضروریات بیان کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ زیادہ سے زیادہ واقفین نو کو اب اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے خود کو جماعتی خدمات کے لئے پیش کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ خدام اور لجنہ واقفات نو نے اپنے الگ الگ ٹاک شوز بھی منعقد کئے جس میں وقف نو کی ذمہ داریاں، جماعتی خدمات اور ملکی ضروریات کے حوالہ سے آپس میں ڈائیلاگ ہوئے۔ اور واقفین نو کی تعلیمی رہنمائی کے لئے سیمینارز کا بھی انعقاد ہوا۔ کیریئر پلاننگ کمیٹی نے بعض انٹرویوز بھی کئے۔ والدین کے ساتھ Interactive Discussion کا بھی سلسلہ رکھا گیا تھا۔

تینوں دن باجماعت نماز تہجد اور نماز فجر کے بعد ’’برکات خلافت‘‘ کے موضوع پر درس سے پروگرام کا آغاز ہوتا رہا۔

خاکسار کو یہاں بھی ان تین دنوں میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات اور نصائح کی روشنی میں واقفین نو اور واقفات نو ان کے والدین اور انتظامیہ کے ساتھ سوال و جواب، تقاریر کرنے کی توفیق ملی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ان کی محبت اور ان کی نصائح براہ راست سننے کے لئے انہیں حضور کی ہی نصیحت کی طرف توجہ دلائی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانے میں فاصلوں کی دوری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے جماعت اور خلافت کے تعلق کو جوڑ دیا ہے۔ اس لئے حضور کے خطبات اور مختلف پروگرامز، وقف نو کلاسز اور اجتماعات سے خطابات کو ضرور سنا کریں۔ اس سلسلہ میں ایم ٹی اے انڈونیشیا اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ان کا ترجمہ جہاں لندن سے انڈونیشین زبان میں لائیو بھی ہو رہا ہوتا ہے بقیہ پروگرامز بھی ترجمہ کے ساتھ انڈونیشین سروس میں جلد نشر کر دیئے جائیں۔ الواحد اسکول کے احاطہ سے نئ تعمیر ہونے والی ایم ٹی اے انڈونیشیا اور جامعہ احمدیہ کی عمارت کے علاوہ ہسپتال بنانے کی ضرورت کے پیش نظر واقفین نو کو زیادہ سے زیادہ بطور مشنری، ٹرانسلیٹر، ٹیچر، ٹیکنیکل اسٹاف، ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل اسٹاف اپنی خدمات جماعت کو پیش کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔ اللہ کرے کہ وہ محض اپنے فضل سے اس بابرکت تحریک کے نیک اور مفید نتائج ظاہر کرے اور یہ تمام واقفین نو خلافت احمدیہ کے حقیقی جانثار خادم اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سلطان نصیر بننے والے ہوں۔ آمین

اس نیشنل اجتماع میں 710 واقفین نو اور ان کے 536 والدین شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ وقف نو کے حوالہ سے مختلف قائم کمیٹیوں کے 212 ممبران نے شمولیت اختیار کی۔

5 جنوری 2020ء کو اس اجتماع کی اختتامی تقریب کے بعد جکارتہ واپسی ہوئی اور یوں اس دورہ کا اختتام ہوا۔

رپورٹ دورہ شعبہ وقف نو مرکزیہ

برائے جماعت احمدیہ انڈونیشیا 2019ء-2020ء

(لقمان احمد کشور۔ انچارج شعبہ وقفِ نو مرکزیہ)

محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں اس ناچیز کو سال 2019ء کے اخیر (22 دسمبر سے) اور سال 2020ء کے ابتدائی ایام (6 جنوری تک) میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کا دورہ کرنے کی توفیق ملی۔ تحدیث نعمت کے طور پر اس رپورٹ کے آغاز میں اپنی ایک خواب کا ذکر کرنا چاہوں گا جو جامعہ احمدیہ میں درجہ شاہد 2001ء کا طالبعلم ہوتے ہوئے دیکھی تھی۔ خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی معیت میں ایک دورہ پر مرکزی وفد میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے مرکز پارنگ میں خود کو پایا۔ اس میں دیکھا کہ حضور انور جیسے جلسہ سالانہ کے کچن کا معائنہ فرما رہے ہوں تو یہ حقیر غلام بھی پیچھے پیچھے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت خامسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر اس جماعت اور جگہ کا بطور نمائندہ حضور انور دورہ کرنے اور سالانہ اجتماع وقف نو میں شمولیت کی سعادت ملی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ علیٰ ذلک۔

اس دورہ میں ایک پہلی سعادت جو محض خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان سے خاکسار کے حصہ میں آئی وہ انڈونیشیا میں تعمیر ہونے والی جامعہ احمدیہ اور ایم ٹی اے اسٹوڈیو کی نئی عمارت کے لئے دارالمسیح کی بابرکت اینٹیں جن پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کی تھی، ہمراہ لے جانا تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

خاکسار 22 دسمبر 2019ء کو علی الصبح لندن ہیتھرو ایئرپورٹ سے صبح آٹھ بجے بذریعہ قطر ایئرویز براستہ دوحہ انڈونیشیا کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں ساڑھے چھ گھنٹہ کے بعد دوحہ ایئرپورٹ پر دو گھنٹہ کا قیام تھا۔ پھر دوحہ سے رات کا آٹھ گھنٹے کا مسلسل فضائی سفر کرنے کے بعد 23 دسمبر کو انڈونیشین وقت کے مطابق صبح آٹھ بجے جکارتہ ایئرپورٹ Soekarnu-Hatta پر اترا جہاں نیشنل سیکرٹری وقف نو انڈونیشیا مکرم عبدالرحمٰن صاحب نے چند واقفین نو کے ساتھ خاکسار کا استقبال کیا۔ یہ لندن میں گزشتہ دنوں ہونے والے انٹرنیشنل وقف نو ریفریشر کورس میں ویزہ نہ ملنے کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے تھے۔

پروگرام کے مطابق 24 دسمبر کو سب سے پہلے پارنگ مرکز میں جماعتی دفاتر کا دورہ تھا اور خصوصاً ان واقفین نو کے ساتھ ملاقات تھی جو بطور مربیان کرام، واقف زندگی یا کارکن مختلف شعبہ جات میں جماعتی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ الحمدللہ جماعت احمدیہ انڈونیشیا میں واقفین نو اور واقفات نو بھرپور جذبہ کے ساتھ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد خود کو پیش کر رہے ہیں اور جماعتی انتظامات سنبھال رہے ہیں۔

ان سب دفاتر میں معائنہ کے دوران انفرادی ملاقات کرنے کے علاوہ الگ طور پر ایک میٹنگ بھی رکھی گئی تھی جس میں انہوں نے فرداً فرداً اپنے شعبہ جات اور خدمات کا تعارف کروایا اور سب سے بڑھ کر خود کو پیش کرنے کے بعد زندگی میں ملنے والی بعض غیر معمولی برکات اور رونما ہونے والے واقعات کو آپس میں شیئر کیا جو سب کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب تھے۔ ایک واقف نو جو اپنی زندگی وقف کر چکے تھے، نے بتایا کہ ایک دو دفعہ ایسا بھی ہوا کہ جب خدمت سے فارغ ہو کر وہ رات واپس گھر گیا اور کچھ کھانے کے لئے مانگا تو بیوی نے بتایا کہ آج کچھ نہیں ہے سب ختم ہو چکا ہے تو بنا کچھ کھائے دعا کرتے ہوئے بستر پر لیٹ جاتا ہے اسی رات یا اگلے روز علی الصبح دروازے پر دستک ہوتی ہے تو کوئی اناج، غلہ دے کر کہتا کہ فلاں شخص نے تمہارے لئے بھجوایا ہے۔

اس کے علاوہ دفتر ایم ٹی اے، بک شاپ، لنگر خانہ اور میس جامعہ احمدیہ، عمارت جامعہ و ہوسٹل اور دفاتر، ہالز نیشنل خدام الاحمدیہ و انصار اللہ اور نیشنل لجنہ دفاتر، ہال اور ان کی نئی تعمیر شدہ لائبریری دیکھنے کا موقع ملا جہاں بہت سی کتب بڑے سلیقہ سے رکھی گئیں تھیں۔ اس کے بعد لجنہ کی طرف سے تیار کردہ Organic Farm بھی دیکھا۔ اس کے بعد مقبرہ موصیاں گئے جہاں انڈونیشین بزرگان، مبلغین کرام اور شہداء کی قبروں پر دعا کرنے کا موقع ملا۔

25 دسمبر کو نیشنل شعبہ وقف نو کے ساتھ میٹنگ ہوئی جس میں اس شعبہ کی انتظامیہ کو حضور انور ایدہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں ہدایات دی گئیں کہ کس طرح انتظامیہ کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے اور اس کے بعد کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ انہیں حضور انور کا ریفریشر کورس کے موقع پر ہونے والا خطاب بھی سنایا گیا جس کا انڈونیشین ترجمہ ہو چکا تھا۔ اس موقع پر نیشنل کیریئر پلاننگ اور کونسلنگ کی کمیٹی کے ممبران بھی شامل ہوئے جنہوں نے بتایا کہ وہ کس طرح حضور انور کی ہدایات کی تعمیل میں کام کر رہے ہیں اور واقفین نو کی رہنمائی کرتے ہیں۔ دور دراز سے ریجنل اور لوکل سیکرٹریان آن لائن ویڈیو کے ذریعہ اس میٹنگ میں شامل تھے۔

27 تا 29 دسمبر ریجنل اجتماع نارتھ ساٹرا، ویسٹ ساٹرا، جامبی اور ریاؤ میں شمولیت کے لئے مکرم نیشنل سیکرٹری صاحب کے ساتھ ساٹرا روانہ ہونا تھا جو میدان کی جماعت میں منعقد ہونا تھا۔ 26 دسمبر کو صبح سویرے سوکارنو ہاٹا ایئرپورٹ سے باتیک ایئر کے ذریعہ Kuala Namu کے لئے روانگی تھی۔ وہاں پہنچنے پر میدان اور برستگی کے مربی صاحب مکرم مولانا ادریس صاحب، سیکرٹری وقف نو اور دیگر احباب جماعت نے ہمارا استقبال کیا۔

ایئرپورٹ سے وہ سیدھے برستگی لے کر گئے جو کاروریجن، نارتھ ساٹرا میں میدان سے تقریباً ستر کلومیٹر دور تھا۔

ساٹرا میں میدان اور برستگی کی جماعتوں کے احمدی احباب کا اخلاص اور پیار بھی کبھی نہیں بھولے گا۔ بے شک یہ سب وہ صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے کر رہے تھے جنہوں نے اس کمتر کو ان کے پاس بھیجا۔ ان کے درمیان خود کو پا کر ان کی خلافت اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ سے محبت اور عقیدت کے جذبات خاکسار کے ایمان میں اضافہ کا موجب تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے کیا، نوجوان، بزرگ گویا تمام مرد وزن اپنے پیارے آقا کے متعلق، ان کا پیغام سننے، حال پوچھنے کو دور دراز سے دیوانہ وار چلے آتے تھے۔ جہاں پروگرام ہوتا تمام اپنے واقفین نو بچوں کے ساتھ رات مساجد میں ہی قیام کرتیں۔ ایک چھوٹی بچی جس کی عمر سات آٹھ سال کے لگ بھگ ہوگی، اپنے باپ کے ساتھ صبح فجر کی نماز کے بعد جب خاکسار کا انگریزی میں درس سن رہی تھی جس کا انڈونیشین ترجمہ بھی ساتھ ہو رہا تھا اس قدر محو تھی کہ جیسے ہر دو زبانوں میں اسے بخوبی سمجھ آ رہا ہو۔

یہ تمام احوال، اخلاق، نظم و ضبط اور جذبات دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تمام وہ باتیں یاد آ رہی تھیں جو حضورؒ نے اپنے دورہ کے دوران اس جماعت کی خوبیاں بیان کی تھیں۔ حضورؒ ان سے کس قدر خوش تھے۔ اور وہ پیغام بھی کہ باہر سے آنیوالے بھی اسی اخلاص و وفا کو اپنی جماعتوں میں بھی پیدا کریں۔

اس علاقہ میں قیام کے دوران برستگی کی مسجد میں نمازیں ادا کرتے رہے اور احباب جماعت سے ملاقات کے علاوہ 26 دسمبر کو بعد نماز ظہر و عصر ایک تقریب بھی ہوئی جس میں وقف نو اور والدین کی ذمہ داریوں کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں گزارشات پیش کرنے کا موقع ملا۔ وہاں کے مربی صاحب نے ساتھ ساتھ اس کا انڈونیشین ترجمہ پیش کیا۔ علاقہ میں تبلیغ اور جماعت کے تعارف کے لیے مکرم مربی صاحب نے اپنی اہلیہ کی مدد سے فری لائبریری اور انٹرنیٹ کے علاوہ سکول کے بچوں کے لئے فری کوچنگ کلاسز کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔

رات ہمارا قیام ایک ہوٹل میں رہا۔ اس کے بعد صبح ہم میدان کے لئے روانہ ہوئے جہاں خاکسار کو نماز جمعہ پڑھانے کا موقع ملا اور جمعہ کے بعد یہاں کا وقف نو اجتماع بھی شروع ہوتا تھا جو 27 دسمبر تا 29 دسمبر 2019ء جاری رہنا تھا۔ نماز جمعہ اور افتتاحی تقریب میں والدین اور واقفین نو کو حضور انور ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ کینیڈا 28 اکتوبر 2016ء سے ہدایات پیش کرنے کی توفیق ملی۔ تمام تر دورہ جات میں حضور انور کا یہ خطبہ ہمیشہ مشعل راہ رہا ہے۔ اسی سے حضور انور کی ہدایات احباب جماعت اور واقفین نو کو پہنچانے کی توفیق ملتی ہے کیونکہ حضور انور نے فرمایا تھا کہ واقفین نو اور ان کے والدین کے لئے میرے اس خطبہ کو بطور لائحہ عمل اختیار کریں۔ لہٰذا اس دورہ میں بھی بنیادی پیغام اور نصائح اسی سے پیش کی گئی تھیں۔

ساٹرا میں میدان کے سہ روزہ ریجنل وقف نو اجتماع میں والدین کے ساتھ ملاقات اور سوال و جواب کے علاوہ واقفین نو اطفال، خدام، لجنہ و ناصرات کے ساتھ بھی سوال و جواب کی مجالس کا موقع ملا۔ اس اجتماع میں دور دراز سے 65 واقفین نو، 61 والدین شامل ہوئے۔

یہاں پر بھی احباب جماعت کے اخلاق، مہمان نوازی اور خلوص کی مثال دیکھ کر حضرت مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت کو آپس میں اخوت اور بھائی چارہ کی جو نصائح تھیں سب یاد آتی رہیں کہ اس دیار غیر میں ان سب سے سوائے میرے احمدی ہونے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نمائندہ ہونے کے علاوہ اور کوئی رحمی تعلق نہیں مگر یہ احمدی احباب جس محبت اور احترام کا سلوک کر رہے ہیں ان کے اس لطف کی جزا ان کو صرف خدا ہی دے سکتا ہے۔ یقیناً ان سب کے لئے ان کا خدا، رسول، امام الزمان اور اس کا خلیفہ ہی سب سے بڑھ کر تھے۔

وہاں سے ہم واپس جکارتہ پہنچ کر جماعتی گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرے کیونکہ اگلے روز 30 دسمبر کو ہم نے Central Kalimantan کے ریجن میں Palang karaya کے لئے روانہ ہونا تھا جہاں آج سے تین دن کے لئے اس ریجن کا وقف نو کا اجتماع ہونا تھا۔ ہمارے اس سفر میں اب ایک اور مربی سلسلہ مکرم حفیظ صاحب بھی شامل ہو گئے تھے جو جامعہ احمدیہ انڈونیشیا میں انگریزی کے استاد تھے۔ وہ بطور ٹرانسلیٹر آئے تھے۔ میدان سے جکارتہ واپسی پر معاون صدر خدام الاحمدیہ برائے وقف نو بھی ہمارے ساتھ تھے۔ Garuda Airline سے ہماری وہاں کے لئے فلائیٹ تھی۔

کلمانتن پہنچنے پر مکرم نور الدین صاحب، معلم سلسلہ پلنگ کرایا، مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ انڈونیشیا اور چند مقامی احباب نے ہمارا استقبال کیا۔ نماز مغرب کے بعد درس کا موقع ملا جس میں تحریک وقف نو کے حوالہ سے گزارشات پیش کیں۔ پھر اجتماع کے دوران تینوں دن یہاں کے واقفین نو خدام و اطفال، ناصرات و لجنہ اور ان کے والدین کے ساتھ الگ الگ نشستوں کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں ان کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مختلف مواقع پر کی گئی نصائح بیان کی گئیں اور حضور انور کا پیغام پہنچا کر آئندہ واقفین نو پر جو ذمہ داریاں عائد ہونے والی تھیں ان کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی گئیں۔ اس اجتماع میں 52 واقفین نو اور 41 والدین شامل ہوئے۔ ان میں سے بھی بعض دور دراز علاقوں سے آئے تھے۔ ان کے لئے مقامی جماعت نے رہائش کا انتظام کیا ہوا تھا۔

اس موقع پر ایک واقف نو کی والدہ نے بتایا کہ اس کا بچہ پیٹ کی خرابی کی وجہ سے کچھ دنوں سے بیمار تھا مگر وہ چاہتی تھی کہ وقف نو کے اس اجتماع میں ضرور شامل ہو جہاں حضور انور کا نمائندہ آ رہا ہے تو دعا

بقیہ صفحہ 4 پر

آٹھویں صدی کے مجدد حضرت علامہ ابن حجر عسقلانیؒ

(باسل احمد بشارت)

نام و نسب

آپ کا نام احمد بن علی، کنیت ابو الفضل اور لقب شہاب الدین تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد۔

آپ کے والد محترم کی کنیت ابو الحسن اور لقب نور الدین، آپ کے دادا کی کنیت ابو القاسم اور لقب قطب الدین، پڑدادا کا لقب ناصر الدین اور دادا کے دادا کا لقب جلال الدین تھا۔ آپ کا تعلق فلسطین کے شامی ساحل پر واقع شہر عسقلان کے کنانی قبیلہ سے تھا اس لیے آپ علامہ ابن حجر عسقلانی کہلاتے ہیں۔

پیدائش

علامہ ابن حجر کے والد محترم بھی ایک فاضل عالم تھے۔ آپ کا ایک بھائی جو علم فقہ پڑھتا تھا اس کی عنفوان شباب میں وفات ہوگئی جس کا آپ کے والد محترم کو بہت گہرا صدمہ ہوا اور وہ شدید غمگین رہتے۔ ایک دن وہ ایک بزرگ شیخ یحی صنافیری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مسئلہ بیان کیا تو انہوں نے علامہ ابن حجر کے والد محترم کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک جانشین بیٹا عطا فرمائے گا جو لمبی عمر پائے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ شیخ یحییٰ صنافیریؒ نے آپ کے والد محترم کو فرمایا

’’تمہاری نسل سے ایک ایسا عالم ظاہر ہو گا جو زمین کو علم سے بھر دے گا۔ پھر کہا کوئی ولی اللہ اس وقت تک اللہ کا دوست نہیں ہوسکتا جب تک وہ لوح محفوظ میں جو ہے وہ نہ جان لے (یعنی اللہ تعالیٰ اسے لوح محفوظ کے بارہ میں مطلع نہ کردے) نیز اسے ولایت دی جائے اور پھر معزول کیا جائے گا اور دنیا اس کے ہاتھ میں ایک پلیٹ کی طرح ہو گی۔‘‘

شیخ صنافیری تو علامہ ابن حجر کی پیدائش سے ایک سال قبل وفات پا گئے لیکن اس پیشگوئی کے بعد 22 شعبان 773 ہجری کو مصر میں دریائے نیل کے کنارے علامہ ابن حجر کی پیدائش ہوئی۔

(الجواہر والدرر للسحاوی جزء1 صفحہ 104-105)

اہل علم خاندان

علامہ ابن حجر ایک علم دوست خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے پڑدادا ناصر الدین ایک فاضل عالم تھے۔ اسی طرح آپ کے دادا بھی علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے والد کے چچا فخر الدین ابن بزار اپنے زمانہ کے معروف فقیہ اور ثغر کے مفتی تھے۔ علامہ ابن حجر کے والد محترم نور الدین فقہ اور عربی ادب کے ماہر تھے۔ آپ کے کئی دیوان تھے جن میں سے ایک دیوان الحرم جو رسول اللہ ﷺ اور مکہ مکرمہ کی مدح میں لکھا، معروف ہے۔ آپ ایک با اخلاق انسان تھے۔ اسی طرح آپ کے ایک بھائی بھی ماہر فقہ اور ایک بہن عالمہ تھیں۔

(الجواہر والدرر للسحاوی جزء1 صفحہ 107)

ایام طفولیت اور ابتدائی تعلیم

علامہ ابن حجر کے والد محترم رجب 777ھ میں جبکہ آپ کی عمر صرف چار سال تھی، وفات پا گئے۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی آپ کے عہد طفولیت میں وفات پا گئیں۔ اس طرح آپ نے یتیمی کی حالت میں نشوونما پائی۔ خواجہ زکی الدین ابو بکر الخروبی آپ کے کفیل مقرر ہوئے۔ آپ پانچ سال کی عمر کے بعد مدرسہ میں داخل ہوئے۔

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی جزء2 صفحہ 17)

علامہ شمس الدین ابن العلاف، شمس الدین اطروش سے آپ نے پڑھنا شروع کیا لیکن حفظ قرآن آپ نے نو سال کی عمر میں مشہور فقیہ اور شارح مختصر التبریزی علامہ صدر الدین محمد السفطی المقری سے کیا۔

سفر مکہ اور حج بیت اللہ

علامہ ابن حجر جب بارہ سال کے ہوئے تو اپنے سرپرست خواجہ زکی الدین ابو بکر الخروبی کے ساتھ مکہ جا کر حج کیا اور وہاں شیخ عفیف الدین عبد اللہ بن محمد بن محمد سے صحیح بخاری پڑھی اور عبور حاصل کیا۔ آپ جس مکان میں بخاری کا درس سنتے تھے وہ باب صفا کے پاس تھا اور اس گھر کی کھڑکی سے مسجد حرام کا نظارہ ہوتا تھا اور دیکھا جا سکتا تھا کہ کون خانہ کعبہ اور رکن اسود میں بیٹھتا ہے۔ قاری اور مسمع (سننے والا) دونوں اس کھڑکی کے پاس بیٹھتے تھے۔

(الجواہر والدرر للسحاوی جزء1 صفحہ 122)

مصر میں آمد

786ھ میں آپ واپس مصر آ گئے اور متعدد علوم کی کتب کو حفظ کیا جن میں العمدۃ، الحاوی الصغیر، مختصر ابن الحاجب الاصلی، الملحۃ للحریری وغیرہ شامل ہیں۔

(البدر الطالع و ابن حجر صفحہ 88)

سریع الحفظ

اللہ تعالیٰ نے علامہ ابن حجر کو غیر معمولی قوت حفظ سے نوازا تھا۔ آپ نے سورۃ مریم ایک دن میں حفظ کی۔ کتاب الحاوی الصغیر چند ایام میں حفظ کی۔ اس بارہ میں علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر نے پہلے کچھ ایام میں اس کتاب کے صفحات درست کیے دوسری دفعہ اس کتاب کو غور سے پڑھا اور تیسری دفعہ اسے حفظ کر لیا۔ علامہ ابن حجر بچوں کی طرح حفظ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ کتاب کی عبارت کا بغور مطالعہ کر کے پھر اس کو حفظ کیا کرتے تھے۔

(الجواہر والدرر للسحاوی جزء1 صفحہ 122)

تحصیل علم اور اساتذہ

علامہ ابن حجر نے علم تجوید قرآن علامہ شہاب احمد خیوطی اور علامہ تنوخی سے حاصل کیا اور کتاب عمدۃ الاحکام للحافظ عبد الغنی بارہ سال کی عمر میں مکہ میں قاضی حافظ جمال الدین سے پڑھی اور اس کی روایات پر تحقیق کی۔ اس طرح آپ اس کتاب کی احادیث پر بحث کرنے والے پہلے عالم بنے۔ علم السنن کی تحصیل علامہ سلیمان بن عبد الناصر بشیطی سے کی۔ علامہ شمس الدین محمد بن علی سے فقہ، اصول فقہ، عربی، حساب وغیرہ کا درس لیا۔ علامہ نجم الدین ابو محمد کی مسندسی اور علامہ حافظ جمال الدین ابو حامد سے صحیح بخاری پڑھی۔ 792ھ میں علامہ ابن حجر نے فنون الادب سیکھے اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔ آپ نعتیہ اشعار کہا کرتے تھے اور اپنے والد محترم کی طرح مکہ و مدینہ اور رسول اللہ ﷺ کی مدح میں شعر لکھتے تھے۔

(الجواہر والدرر للسحاوی جزء1 صفحہ 126)

تحصیل علوم حدیث

793ھ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں علم حدیث کے حصول کی محبت ڈال دی گئی اور آپ نے اپنی پوری توجہ اس طرف کر دی۔ اس زمانہ کے مشہور عالم علامہ زین الدین العراقی سے دس سال زانوائے تلمذ تہہ کیا اور ان سے ’’الالفیۃ‘‘ اور اس کی شرح پڑھی اور اس پر تحقیق کی۔ اس طرح علامہ ابن حجر محدث بنے۔ اور انہوں نے ہی علامہ ابن حجر کو علوم حدیث کی تدریس کی اجازت دی۔ آپ کی قابلیت کی بناء پر علامہ زین الدین عراقی نے آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ’’جب علامہ زین الدین کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد کون آپ کا جانشین ہو گا؟ تو انہوں نے کہا کہ ابن حجر اس کے بعد میرا بیٹا ابو زرعۃ اور اس کے بعد ہیثمی۔‘‘

(ذیل طبقات الحفاظ للسیوطی صفحہ 251)

تحصیل علم فقہ و علم النحو

علم فقہ آپ نے ابن قطان اور علامہ برہان الدین ابراہیم ابناسی سے سیکھا۔ اسی طرح علامہ سراج الدین ابو حفص بلقینی سے بھی ایک مدت تک فقہی علوم حاصل کیے اور الروضۃ ان سے پڑھی۔ علم فقہ اور علم العربیۃ امام نور الدین علی بن احمد الادمی سے پڑھی۔ علامہ ابن حجر کے فقہ کے پہلے استاد ابن قطان اور ادمی تھے۔ پھر ابناسی اور ابن ملقن ہوئے۔ ان کے بعد بلقینی سے فقہ سیکھی۔ علم النحو ابو الفرج الغزی اور ابو عبد اللہ المرسی وغیرہ سے حاصل کیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے 25 سال کی عمر تک متعدد شیوخ سے اتنے علوم حاصل کر لیے جو ان کے ہم عصروں میں سے کسی نے اس عمر میں نہ کیے تھے۔ آپ نے علوم قرآن و تفسیر، فقہ، لغت، ادب، تاریخ، حدیث، نحو اور دیگر علوم نقلیہ و عقلیہ حاصل کیے اور ان علوم کے ماہرین و متخصصین سے انہیں اخذ کیا۔ علامہ ابن حجر خود فرماتے ہیں کہ میں نے پندرہ ایسے علوم سیکھے ہیں جن کے نام اس دور کے علماء بھی نہیں جانتے تھے۔

(الجواہر والدرر للسحاوی جزء1 صفحہ 140)

مختلف اسفار

علامہ ابن حجر نے تحصیل علم کے لیے متعدد اسفار کیے۔ 793ھ میں قوص کی طرف سفر کیا لیکن وہاں سے علم حدیث کے سلسلہ میں زیادہ استفادہ نہ کر سکے البتہ دیگر کئی علماء سے ملے جن میں قاضی نور الدین وغیرہ شامل ہیں۔

797ھ میں اسکندریہ کی طرف کوچ کیا وہاں علامہ شمس الدین ابن الجزری وغیرہ سے ملاقات کی۔ پھر مصر واپس آ گئے اور 22 شوال 799ھ کو سمندری راستہ سے ارض حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ساحل طور پر علامہ نجم الدین ابو علی محمد سے احادیث اخذ کیں۔ پھر یمن پہنچے اور وہاں علامہ جار اللہ بن صالح شیبانی سے ترمذی کی احادیث پڑھیں۔

(الجواہر والدرر للسحاوی جزء1 صفحہ 145-148)

زبید اور وادی الحصیب میں مشہور لغوی علامہ قاضی مجد الدین ابو طاہر فیروز آبادی سے ملاقات کی اور ان سے متعدد علوم سیکھے۔ علامہ مجد الدین نے آپ کو اپنی نصف ثانی تصنیف ''قاموس المحیط'' بھی تحفۃً عنایت کی۔ بالآخر 800ھ میں آپ مکہ پہنچے اور حج کا فریضہ ادا کیا۔ اس کے بعد دوبارہ یمن تشریف لے گئے۔ آپ جس کشتی پر سوار تھے وہ پھٹ گئی اور آپ کا تمام مال و متاع اور کتب وغیرہ ڈوب گئیں لیکن آپ نے اتنا علمی سرمایہ کھوجانے پر بھی ہمت نہ ہاری۔ ان غرق شدہ تصانیف میں اطراف المزی، اطراف مسند احمد، اطراف المختارۃ، ترتیب، مسندی الطیالسی وعبد وغیرہ شامل ہیں۔ علامہ ابن حجر فرمایا کرتے تھے کہ ان کا غرق ہونا بھی اللہ کے حکم سے تھا اور وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

(الجواہر والدرر للسخاوی جزء1صفحہ 151)

802 ھ میں آپ نے شام کا سفر کیا اور سریاقوس، قطیہ، غزہ، نابلس، رملہ، بیت المقدس، خلیل، صالحیہ، دمشق وغیرہ میں جا کر علوم حدیث حاصل کیے۔ 836ھ میں حلب کا سفر کیا۔ اس دوران آپ نے متعدد علماء و فقہاء سے اکتساب فیض کیا۔

تلامذہ

علامہ ابن حجر کی علمی قابلیت کی بناء پر انہیں علماء نے متفقہ طور پر ''حافظ الاسلام'' اور ''امیر المومنین فی الحدیث'' قرار دیا۔ آپ اسماء الرجال اور معرفۂ علل حدیث کے بارہ میں بڑا علم رکھتے تھے۔

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی لابن تغری بردی، جزء2صفحہ 19)

آپ کی علمی شہرت کی وجہ سے طلباء اُمڈ اُمڈ کر آپ کے پاس آتے تھے کہ آپ کے علم سے فیضیاب ہوسکیں۔ آپ کے شاگرد رشید علامہ سخاوی نے اپنی کتاب الجواہر والدرر میں ان تلامذہ کے نام تحریر فرمائے ہیں اور لکھا ہے کہ آپ کے شاگردوں کی تعداد 626 سے بھی زائد تھی۔

(الجواہر والدرر جزء3صفحہ 1064- 1179)

یہ طلباء مکی، شیرازی، ہروی، غرناطی، بغدادی، شامی، مری اور مختلف بلاد سے تعلق رکھنے والے تھے اور مختلف فقہی مسالک حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ خود علامہ ابن حجر عسقلانی کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے۔

آپ کے معروف شاگردوں میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں ابن قاضی شہبۃ، ابن فہد مکی، ابن تغری بردی، محمد الکافیجی حنفی اور علامہ شمس الدین سخاوی وغیرہ

(ابن حجر العسقلانی مصنفاتہ ودراسۃ فی منہجہ وموارده فی کتابہ الإصابۃ، جزء1صفحہ 107- 108)

تجدیدی کارنامے و اہم خدمات

آٹھویں صدی ہجری میں بادشاہوں اور ان کے احکام اور لوگوں کی حالت دگرگوں تھی اور اکثریت اسلامی تعلیمات سے ہٹ چکی تھی۔ اس پر آشوب زمانہ میں علامہ ابن حجر اصلاح دین کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ تجدید اسلام کے لیے آپ مخالف اسلام تحریکات کے خلاف کھڑے ہوئے۔ آپ نے امر بالمعروف ونھی عن المنکر کی طرف خاص و عام کو توجہ دلائی۔ آپ نے معاشرتی و سیاسی اصلاح کی بھرپور سعی کی۔

(ابن حجر العسقلانی۔مصنفاتہ ودراسۃ فی منہجہ وموارده فی کتابہ الإصابۃ جزء1صفحہ 156)

علامہ ابن حجر نے اپنے زندگی میں متعدد اہم خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی جن میں سے چند یہ ہیں تصنیف و کتابت، درس و تدریس، فتاویٰ، خطابات، قضاء وغیرہ

1۔ جہاں تک تصنیف و کتابت کا تعلق ہے تو آپ نے 808ھ میں شیخونیہ میں ''امتاع بالاربعین المتباینۃ بشرط السماع'' کتاب کی املاء کی سولہ مجالس سے اس کام کی ابتداء کی اور یہ مجالس املاء 850ھ تک جاری رہیں۔ آپ نے کل 1150 مجالس املاء کروائیں۔

(الجواہر والدرر جزء 2صفحہ 581- 584)

2۔ علامہ ابن حجر نے درس و تدریس کے لیے مختلف مقامات مخصوص فرمائے تھے وہاں جا کر آپ طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔ درس تفسیر مدرسہ حسینیہ، قبۃ منصوریہ میں، درس حدیث شیخونیہ، خانقاہ بیبرس، مدرسہ جمالیہ مستجدہ اور جامع ابن طولون میں، درس فقہ شیخونیہ، مدرسہ شرفیہ فخریہ، مؤیدیہ، مدرسہ خروبیہ بدریہٖ مصر، مدرسہ صالحیہ میں دیا کرتے تھے۔

(ابن حجر مؤرخا لمحمد کمال الدین عز الدین ص 58- 62)

3۔ علامہ ابن حجر 811ھ میں افتاء دارالعدل کے نگران مقرر ہوئے اور تاوفات آپ اس عہدہ پر قائم رہے۔ آپ ہر روز تیس سے زائد فتاویٰ تحریر فرمایا کرتے تھے۔ آپ سے اس قدر مسائل دریافت کیے جاتے تھے کہ آپ سواری پر بیٹھے ہوئے بھی سوالات کے جوابات دیا کرتے تھے۔

4۔ جہاں تک خطابات کا تعلق ہے تو آپ 819ھ میں جامع الازھر میں ابن رزین کی جگہ خطیب مقرر ہوئے۔ پھر جامع عمرو بن العاص میں 838ھ میں بھی خطیب مقرر ہوئے۔ اسی طرح آپ نے جامع قلعۃ بالسلطان اور جامع اموی دمشق میں بھی خطابات فرمائے۔ آپ کا خطاب بہت دیرپا مؤثر اور دلوں کو گرما دینے والا ہوتا تھا۔ علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ ''آپ کا خطاب دل کو جالگتا تھا اور جب آپ منبر پر ہوتے تھے تو آپ کے نور اور رعب میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ میں ان کا وصف بیان کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا میں جب بھی ان کی طرف دوران خطاب منبر پر دیکھتا تو بے اختیار آنسو نکل جاتے۔''

(الجواہر والدرر جزء2صفحہ 605- 609، 617)

عہدۂ قضاء

5۔ علامہ ابن حجر کو صدی کے اختتام سے قبل سترہ سال کی قاضی کے عہدہ کی پیشکش ہوئی جو کہ آپ نے مسترد کر دی کیونکہ آپ نے حدیث کے بارہ میں ابھی زیادہ علم حاصل نہ کیا تھا۔ اس کے بعد پھر الملک المؤید نے آپ کو شام میں قاضی کے عہدہ کی دوبارہ پیشکش کی۔ آپ نے پھر انکار کر دیا اور اسی پر مصر رہے۔

(لحظ الألحاظ بذیل طبقات الحفاظ لابن فہد المکی جزء1صفحہ 212)

پھر قضاء سے متعلق اہم معاملات میں آپ کی رہنمائی لی جاتی اور ان امور میں آپ کو شامل کیا جاتا نیز اس شعبہ سے متعلق شخصیات اور لوگوں کے اصرار پر آپ نے نائب قاضی کا عہدہ قبول کیا اور 27 محرم 827ھ کو آپ نے یہ عہدہ سنبھالا اور الملک الاشرف برسبای نے آپ کو یہ عہدہ سونپا۔

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی لابن تغری بردی جزء2صفحہ 20)

عہدہ قضاء سے دستبرداری

علامہ ابن حجر عفت و پاکدامنی کے پیکر تھے اور تواضع و انکساری کے مرقع تھے۔ چھوٹے کا بڑے کی نسبت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ آپ اپنے ارادہ کے پکے اور غریبوں اور طلباء کے محسن تھے اور عدل و انصاف کو قائم کرنے والے اور مظلوموں کے حامی تھے جو کہ ایک مجدد اسلام کا خاصہ ہے لیکن اس زمانہ میں بغض و عناد اور ایک دوسرے سے مقابلہ بازی اور عدم انصاف کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ آپ نے اس عہدہ پر انصاف سے کام کرنے میں رکاوٹ محسوس کی۔

(الجواہر والدرر جزء2صفحہ 620)

چنانچہ آپ نے ذی قعدہ 827ھ میں خود کو اس عہدہ سے الگ کرلیا۔ ابن فہد مکی اس پر کہتے ہیں کہ ''اگر علامہ ابن حجر اس عہدہ پر قائم رہتے تو ان کے لیے دینی و دنیاوی لحاظ سے بہت بہتر ہوتا۔''

(لحظ الألحاظ بذیل طبقات الحفاظ، جزء1صفحہ 212)

اسی طرح علامہ ابن حجر متعدد دفعہ قاضی مقرر ہوئے لیکن پھر اس منصب سے ہٹا دیے گئے۔ پھر قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مقرر ہوئے اور اس سے بھی متعدد دفعہ معزول اور مقرر ہوئے جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال قاضی القضاۃ کے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی جزء2صفحہ 22)

اسی طرح عہدۂ مشیخت، نگرانی کتب خانہ وغیرہ کے فرائض آپ کے سپرد ہوئے۔ آپ نے ان تمام فرائض کو ادا کرتے ہوئے لوگوں کو اصلاح نفس کی طرف بلایا اور آپ نے اپنے دائرہ اختیار کے ذریعہ تجدید اسلام کے لیے ہر ممکن سعی کی۔

آب زمزم پینا

شیخ نور الدین ابن ابی الیمن بیان کرتے ہیں کہ 851 ھ میں علامہ ابن حجر نے انہیں بتایا کہ

''میں نے تین دفعہ آب زمزم پیا ایک دفعہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے علامہ ذہبی جیسا مقام و مرتبہ عطا فرمادے چنانچہ وہ مقام میں نے الحمدللہ پالیا۔ پھر دوسری دفعہ اس لیے پیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ سراج بلقینی کی طرح فتاویٰ کے بارہ میں کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ علامہ سراج جب کتاب لکھنا شروع کرتے تو ان کا قلم کبھی واپس نہیں پلٹتا تھا یعنی کوئی غلطی یا سہو کتابت نہیں ہوتی تھی اور وہ درست لکھتے جاتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی میرے لیے آسان کر دیا اور ''فتاویٰ شہر'' ضبط تحریر میں لایا جو ایک جلد میں ہے اور اس کا نام میں نے ''عجب الدہر'' رکھا۔ اور تیسری حاجت کا علامہ ابن حجر نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ علماء نے اس بارہ میں بہت پوچھا لیکن جواب نہ پایا۔ اس تیسری حاجت کے بارہ میں مختلف علماء کی مختلف آراء ہیں۔

(الجواہر والدرر جزء1صفحہ 166)

تصنیفات

علامہ ابن حجر نے تصنیف کے کام کی ابتداء 796ھ سے کیا اور آپ نے اپنی زندگی میں سینکڑوں کتب تصانیف فرمائیں جو عالم اسلام میں کافی متداول ہوئیں اور اس زمانہ کے بادشاہ آپ کی کتب بطور تحائف ایک دوسرے کو بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر خود لکھتے ہیں کہ ''833ھ میں شاہ رخ بن تیمور مشرقی بادشاہ نے فتح الباری شرح بخاری کی کتاب العلم یہاں کے بادشاہ سے بطور ہدیہ منگوائی کتاب کا اول حصہ تین جلدوں میں تیار کیا گیا اور انہیں بھجوایا گیا۔ پھر 839ھ میں دوبارہ مکمل کتاب کا مطالبہ کیا گیا۔''

(انباء الغمر بابناء العمر جزء3 صفحہ 434)

آپ کی کتب میں سے چند اہم یہ ہیں

تعلیق التعلیق، فتح الباری، فوائد الاحتفال فی

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بیان احوال الرجال، التشویق إلى وصل التعلیق، التوفیق، تهذیب التهذیب، تقریب التهذیب، لسان المیزان، الإصابة فی الصحابة، نکت ابن الصلاح، أسباب النزول، تعجیل المنفعة برحاب الاربعة، المدرج، المقترب فی المضطرب، اتحاف المهرة، طبقات الحفاظ، الدرر الکامنة فی المائة الثامنة، انباء الغمر بانباء العمر، قضاة مصر، اکاستدراك علیه، کتاب الاحکام لبیان ما فی القرآن من الابهام، کتاب الزهر، الافتان فی روایة القرآن، المقترب فی بیان المضطرب، توالی التانیس، الاتقان فی فضائل القرآن، کتاب الانوار بخصائص المختار، بلوغ المرام بادلة الاحکام، بذل الماعون بفضل الطاعون، والمنحة فیما علق الشافعی به القول عَلَى الصحة، والاجوبة المشرقة عن الاسئلة المفرقة، ومنسك الحج، وشرح مناسك المنهاج کذلك، وتصحیح الروضة، ونخبة الفکر فی مصطلح أهل الاثر، والانتفاع بترتیب الدارقطنی عَلَى الانواع، مختصر البدایة والنهایة لابن کثیر، تخریج الاربعین النوویة بالاسانید العلیة، الاربعین المتباینة وغیرہ

(ذیل طبقات الحفاظ للسیوطی صفحہ 251، المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی جزء2 صفحہ 27)

مرض اور وفات

علامہ ابن حجر ذیقعدہ 852ھ میں معدہ کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔ اس کے باوجود آپ مجالس املاء میں شرکت کرتے اور لوگوں کو احکام دین سکھاتے۔ اسی حالت میں نماز جمعہ ادا کی۔ پھر عید الاضحیٰؑ کے لیے بھی مستعد رہے۔ پھر آپ اپنی حلبیہ اہلیہ کے گھر چلے گئے۔ آپ کو قرب وقت وفات کا احساس ہوگیا تھا اور خوابوں کی بناء پر آپ کو اس کا اشارہ مل چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے ان ایام میں ایک شعر کہا

ثاءُ الثلاثین قد اوهت قُوی بدنی
فکیف حالی فی ثاء الثمانینا

اور آپ کہا کرتے تھے اللهُمَّ حرمتنی عافیتك فلا تحرمنی عفوك۔

(الجواهر والدرر صفحہ 1187)

آپ کا مرض بڑھتا گیا اور ہر خاص و عام، چھوٹا بڑا، امراء و قاضی، علماء وطلباء وغیرہ سب آپ کی عیادت کو دوڑے چلے آئے۔

آپ کی وفات ہفتہ کی شب 28 ذوالحجہ 852ھ بعد عشاء ہوئی۔ ہفتہ کے روز شیخ زین الدین بوتیجی نے غسل دیا اور آپ کے بیٹے نے تجہیز و تکفین کی۔ آپ کے جنازہ میں سلطان سمیت علماء و فضلاء و طلباء وخلق کثیر نے شرکت کی۔ شہاب منصوری بیان کرتے ہیں کہ وہ علامہ ابن حجر کے جنازہ میں شامل تھے جب نماز کے لیے صف بندی کی تو بارش شروع ہوگئی تو میں نے اس وقت یہ شعر کہا

قد بکت السحب علی قاضی القضاة بالمطر
وانهدم الرکن الذی کان مشیدا من حجر

(ذیل طبقات الحفاظ للسیوطی صفحہ 252)

ترجمہ: آسمان قاضی القضاۃ کی وفات پر آنسو بہارہا ہے اور جو ستون پتھروں سے مضبوط بنا ہوا تھا وہ گر گیا۔

ازواج و اولاد

علامہ ابن حجر نے تین شادیاں کیں۔ ان کی پہلی شادی انّس خاتون سے ہوئی۔ پھر دوسری شادی ابوبکر امشطی کی بیوہ سے کی۔ تیسری شادی لیلیٰ بنت محمود بن طوغان الحلبیہ سے 836ھ میں ہوئی۔ اور ایک ام ولد خاص ترک تھی۔

آپ کے کل پانچ بچے ہوئے۔ جن میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ چاروں بیٹیاں آپ کی پہلی زوجہ انّس خاتون سے ہوئیں۔ اور بیٹا بیوی کی کنیز خاص ترک سے ہوا جس کا نام ابوالمعالی بدر الدین محمد تھا۔

(الجواہر والدرر، جزء 3 صفحہ 1208- 1228)

اخلاق کریمانہ

علامہ ابن حجر جہاں غیر معمولی علمی خصوصیات کے حامل تھے وہاں اخلاق کریمانہ سے بھی متصف تھے۔ آپ ایک عالم باعمل کے لیے بطور نمونہ ہیں۔ ابن تغری بیان کرتے ہیں کہ

’’علامہ ابن حجر پُرنور چہرہ، نورانی داڑھی رکھتے تھے۔ آپ ایک باوقار اور بارعب شخصیت کے حامل تھے۔ عقل وحکمت، سکینت وحلم، سیاست و معاشرت کا علم رکھنے والے اور اس دور کے لوگوں کے مدار المہام تھے۔ جو آپ کے بارہ میں برا بھلا کہتے وہ آپ قبول کرتے بلکہ اس کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کا سلوک فرماتے۔‘‘

(المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی، جزء2 صفحہ 23)

حافظ تقی الدین کہتے ہیں

’’آپ امام، علامہ، حافظ، مضبوط دین والے، اچھے اخلاق والے، عمدہ گفتگو کرنے والے اور بہترین تعبیر کرنے والے اور عدیم النظیر تھے۔ آنکھوں نے آپ جیسا کوئی اور نہیں دیکھا نہ ہی انہوں نے کسی اور کو اپنے جیسا پایا۔‘‘ (فوائد الجامعۃ صفحہ 439)

تقویٰ شعاری

علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ

’’علامہ حجر بہت متقی انسان تھے۔ ایک دفعہ ان کے اہل خانہ نے انہیں کھانا پیش کیا جو آپ نے کھا کر بہت پسند فرمایا۔ سارا کھانا کھانے سے قبل اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا کہ اس بارہ میں پوچھا جائے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ گھر والوں نے ایسی مشتبہ جہت کا بتایا کہ جس سے کھانا آپ ناپسند کرتے تھے لیکن انہوں نے مختلف عذر بیان کیے کہ آپ کھالیں یہ آپ کے لیے جائز ہے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں وہی کروں گا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کیا اور قے کرکے سارا کھانا باہر نکال دیا۔‘‘

(الجواہر والدرر جزء3 صفحہ 980)

حلیم الطبع

آپ حلم و درگزر کے پیکر تھے۔ ایک دفعہ بعض شعراء نے آپ کی ہجو کی اور اس میں بہت مبالغہ کیا۔ آپ کے محبین اور شاگرد اسے برداشت نہ کرسکے اور وہ ایک شاعر کو پکڑ لائے کہ اس سے مواخذہ کیا جائے۔ علامہ ابن حجر وہاں پہنچے تو اس بات کو سخت ناپسند کیا اور اسے عزت سے رخصت کرنے کو کہا بلکہ اسے انعام و اکرام دے کر روانہ کیا۔

(الجواہر والدرر جزء3 صفحہ 992)

آپ تواضع اور عجز وانکسار کی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ جیسا کوئی اور بھی ہے؟ تو آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ (النجم 33) پس اپنے آپ کو (یونہی) پاک نہ ٹھہرایا کرو۔ بعض لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ زیادہ حافظ ہیں یا علامہ ذہبی اس پر آپ خاموش رہے جو کہ آپ کے تواضع کی وجہ سے تھا۔

(الجواہر والدرر جزء1 صفحہ 166)

علامہ ابن حجر نہ کبھی اپنی علمیت پر فخر نہیں کیا اور نہ تکبر کا مظاہرہ کیا۔ ایک دفعہ ایک شاگرد نے آپ کو کہا کہ اے استاذ! آپ نے فتح الباری لکھ کر امام بخاری پر احسان کیا ہے تو آپ نے اسے کہا کہ تو نے یہ کہہ میری کمر توڑ ڈالی ہے۔ (الجواہر والدرر جزء3 صفحہ 1023- 1024)

زہد و عبادت

علامہ ابن حجر عبادت گزار انسان تھے۔ نماز تہجد کو باقاعدگی سے ادا کرتے اور سفر وحضر میں قیام اللیل کرتے۔ بیماری کے آخری ایام میں بھی بیٹے کے ساتھ ٹیک لگا کر قیام اللیل کرتے رہے۔ آپ عام دنوں میں ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن روزہ رکھتے۔ ماہ رمضان میں باقاعدگی سے روزے رکھتے۔ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرتے۔ عیادت مریضان اور جنازوں میں لازماً شرکت کرتے۔ سنت رسول ﷺ کی بہت پیروی کرتے۔ آپ تحریر وتقریر سے لوگوں کو سنت رسول کی پیروی کی طرف بلاتے اور اس کی مخالفت سے روکتے تھے۔

08اگست2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:35	18:55
مدینہ منورہ	04:29	19:01
قادیان	04:19	19:19
ربوہ	03:59	18:59
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:10	20:37